فلسفہ موانع ارث

Philosophy behind the Reasons of Deprivation from Inheritance in Islamic Perspective

پروفیسر ڈاکٹر سلیم الرحمٰن (چیئر مین شعبہ اسلامک تھیالوجی اسلامیہ کالج پشاور)
پروفیسر ڈاکٹر نثار محمد (شعبہ اسلامک تھیالوجی اسلامیہ کالج پشاور)

Abstract

The basic principle of the economic system of Islam is to earn money by using fair means and to utilize it in right way as per need. It promotes the idea of earning money through (lawful) efforts, instead of generating wealth from wealth. Its nature is to circulate wealth instead of accumulating it. In this regards, the distribution of wealth is an important chapter of the Islamic system of wealth circulation. Islam has framed a balanced, just and equitable law, based on the well being of the humanity.

Wealth will not be confined to only few family members. Children, parents and spouse have been declared as compulsory shareholders in inheritance. The other relatives have also been granted their share as per specific determined condition according to the knowledge of Allah Almighty. Wise principles have been chalked out to determine shares of the inheritors in different conditions. That is why, due to some specific reasons and conditions, even the legal inheriters have been completely deprived of their right of inheritance. In the science of inheritance, these conditions and reasons are conventionally called obstacles in inheritance.The given article discusses the reality of these obstacles and an effort has been made to explain the wisdom and philosophy behind it.

Keyword: Inheritance, Obstacles of Inheritance, Deceased, will.

تمہید

اسلامی نظام معیشت کا اصل الاصول یہ ہے کہ محنت کر کے جائز طریقہ سے کمایا جائے اور کفایت شعاری سے جائز مصرف میں خرچ کیا جائے۔ دولت سے دولت پیدا کرنے کی بجائے محنت سے دولت حاصل کرنے کا مزاج اپنایا جائے۔ ارتکاز دولت کی بجائے گردش دولت کو رواج دیا جائے۔ اس سلسلے میں اسلام نے دولت کی تقسیم وگردش کا جو نظام دیا ہے، قانون میراث اس کا اہم شعبہ ہے۔ اسلام سے پہلے وراثت وترکہ میں معیار استحقاق عجیب تھا۔ کچھ مذاہب میں ترکہ فقط مردوں کو ملتا ہے۔ بعض مذاہب میں پہلوٹھا ہی میراث کا مستحق سمجھا جاتا ہے۔ بعض قوموں نے قوم وقبیلہ کے دفاع اور دشمنوں کے مقابلہ کی قوّت وصلاحیت، وراثت کے حقدار ہونے کا معیار بنایا تھا۔ چنانچہ کمزوروں، یتیموں، بیواؤں کو اس کے قریب بھٹکنے نہیں دیا جاتا تھا۔ قبائلی مزاج اور جنگجویانہ عرب سماج کا شعار تھا:" كيف نعطى المال من لا يركب فرسا لايحمل سيفا ولا يقاتل عدوا؟"[1] ایسے لوگوں کو ہم کیسے میراث دیں جو شہسوار اور شمشیرزن بن کر دشمن کا مقابلہ نہ کرسکتے ہو۔

اسلام نے وراثت کے باب میں انتہائی متوازن اور مصالح سے ہم آہنگ قانون دیا۔ گردش دولت کا انقلابی تصور دیکر تمام دولت کو خاندان کے چند افراد میں مرتکز نہیں کیا بلکہ اولاد، ماں باپ اور میاں بیوی کو میراث میں لازمی حصہ دار بنایا اور دیگر تمام رشتہ داروں کو ان کے احوال کے مطابق ان کا حصہ دلوایا۔ مختلف "احوال میراث" میں ورثاء کے حصص متعین کرنے کے لئے حکیمانہ اصول اور حجب وحرمان کے منصفانہ قواعد دیئے۔ اور بعض مخصوص اسباب واوصاف کی بناء پر باوجود وراثت ہونے کے حقِ میراث سے محروم کیا۔ انہی اوصاف کو علم میراث کی اصطلاح میں "موانع اِرث" کا عنوان دیا جاتا ہے۔ زیر نظر آرٹیکل میں ان موانع کی حقیقت وحکمت اور ان کے پشت پر کارفرما فلسفہ واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

"موانع" مانع کی جمع ہے۔ اور "منع يمنع" سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ عربی زبان میں منع کے معنی روکنے کے ہیں۔ لہٰذا مانع کے معنی ہوئے روکنے والا۔ "مانع" علم اصول فقہ کی ایک اصطلاح ہے اور فنّی مفہوم میں حکم وضعی[2] کی قسم ہے[3]۔ اصطلاحی اعتبار سے "مانع" ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس کے پائے جانے کی وجہ سے دوسری چیز نہ پائی جائے۔ "كل ما يستلزم وجوده انتفاء غيرِهِ"۔[4] مانع وہ وصف ہے جس کا وجود اُس کے غیر یعنی "ممنوع" کے انتفاء کو مستلزم ہو۔

گویا مانع شرط کی ضد ہے۔ شرط کا وجود، مشروط کے وجود کو مستلزم ہے اور مانع کا وجود اس بات کو مستلزم ہے کہ دوسری شئ (یعنی ممنوع)، کا وجود منتفی ہو، لہٰذا مانع سے مراد ایسا وصف ہے کہ اس کا وجود حکم یا اس حکم کے سبب کے نہ پائے

جانے کا تقاضا کرتا ہے۔ مثلاً "قتل عمد" قصاص کے واجب ہونے کا سبب ہے۔ لیکن اگر قاتل باپ ہے تو باپ ہونا "ابوّت" ایسا وصف ہے جو قصاص کے جاری ہونے کے لئے مانع ہے۔[5] چنانچہ باپ نے اگر اپنے بیٹے کو قصداً عمداً قتل کیا ہو۔ "وصف ابوّت" یعنی باپ ہونے کی وجہ سے اسے بطور قصاص قتل نہیں کیا جائے گا۔ گویا قاتل کا باپ ہونا وجوب قصاص کے لیے "مانع" روکنے والا وصف ہے۔ اور ایسی صورت میں وجوب قصاص ممنوع ہے قتل عمد سبب قصاص اگرچہ موجود ہے لیکن "وصف ابوّت" وجوب قصاص سے مانع ہے۔

فقہاء احناف کے ہاں "مانع" کی پانچ اقسام ہیں:

1 انعقاد سبب سے مانع

ایسا مانع جو کسی سبب کو منعقد ہی نہ ہونے دے۔ یعنی ایسا وصف جو انعقاد سبب کے لیے مانع ہو جیسے آزاد شخص کی بیع و شراء۔ آزاد شخص مال یعنی خرید و فروخت کا محل ہی نہیں اس لئے آزاد ہونا ایسا وصف (مانع) ہے جو خرید و فروخت کو منع کر رہا ہے۔ گویا اس صورت میں وجود سبب ہی منعقد نہیں ہوا۔ یہاں وصف حریت انعقادِ سبب یعنی بیع سے مانع ہے۔

2 تکمیلِ سبب سے مانع

ایسا مانع جو سبب کو مکمل نہ ہونے دے جیسے کوئی شخص غیر مملوکہ قابل بیع و شراء چیز کو فروخت کر دے تو اس وقت اگرچہ یہ چیز بیع و شراء کا محل تو ہے لیکن بیچنے والے کی ملکیت نہیں۔ لہٰذا سبب ناتمام اور نامکمل ہے۔ اس لیے ایسا عقد اصل مالک کی اجازت پر موقوف ہو گا۔ اگر اس نے اجازت دے دی تو نافذ ہو گا ورنہ دوسری صورت میں فاسد ہو گا۔ "مبیع" غیر مملوک ہونا نفاذ عقد سے مانع ہے۔

3 ابتداء حکم سے مانع

ایسا مانع جو سبب کو تو نہ روکے لیکن حکم کو روک دے اور ابتداء حکم کے لئے مانع ہو جائے جیسے بیع و شراء کا اصل حکم یہ ہے کہ خریدی ہوئی چیز پر مشتری کی ملکیت ثابت ہو۔ لیکن بائع نے فروخت کرتے وقت خیار شرط لیا ہو۔ تو خریدار کی ملکیت قائم نہیں ہو سکے گی۔ گویا خیار کی شرط ابتداء حکم یعنی ملکیت سے مانع ہے۔

4 تکمیل حکم سے مانع

ایسا مانع جو ابتداء حکم کو تو نہ روکے لیکن حکم کے مکمل ہونے میں مانع بن جائے۔ جیسے کوئی شخص بغیر دیکھے کوئی چیز خریدے۔ قبضہ بھی کر لے۔ تو اس کو تصرف کا حق حاصل ہو تا ہے لیکن اسے واپس کر سکتا ہے اور واپسی کے لئے دوسرے فریق کی رضامندی یا قاضی کا فیصلہ ضروری نہیں۔ مبیع کی عدم رؤیت تکمیل عقد سے مانع ہے۔

5 لزوم حکم سے مانع

ایسا مانع جو حکم کے لازم ہونے کو روکتا ہو جیسے خیار عیب، خریدی ہوئی چیز میں ایسا عیب نکل آئے، جس کی بائع نے وضاحت نہ کی ہو۔ اب مشتری کی ملکیت بھی ثابت ہو جائے گی۔ تصرف کا اختیار بھی ملے گا لیکن خریدار کو حق حاصل ہو گا کہ فریق ثانی کی رضامندی یا قضاء قاضی کے بغیر لوٹائے۔ گویا عیب نے لزوم حکم کو روک دیا۔[6] اس وقت وجود عیب لزوم حکم سے "مانع" ہے۔

علم میراث کی اصطلاح میں "مانع" سے پہلی قسم مراد لی جاتی ہے ۔ چنانچہ موانع ارث وہ گنے چنے اوصاف ہیں جن کے پائے جانے کی صورت میں شارع نے انتفاء میراث کا حکم جاری کیا ہے۔ ان کی تعریف یہ کی گئی ہے:"ھی اوصاف محدودة رتب الشارع علی وجودھا انتفاءالمیراث"[7]۔ موانع ارث وہ متعین اوصاف ہیں جن کے پائے جانے کی صورت میں شارع کے نزدیک میراث کی انتفاء کا حکم مرتب ہو تا ہے۔

گویا کہ وارث سبب یا اسباب وراثت پائے جانے اور شرائط میراث پر پورا اترنے کے باوجود اپنی ذات میں کسی وصف کے پائے جانے کی وجہ سے وراثت سے محروم ہو جاتا ہے۔ وارث میں پائے جانے والے ایسے وصف کو مانع اور ایسے اوصاف کو "موانع ارث" کہا جاتا ہے۔ گویا اس وصف نے سبب ارث کے انعقاد کو روک دیا اور انعقاد سبب کے لئے "مانع" بنا۔

میت مرنے کے بعد جو کچھ مال منقولہ یا غیر منقولہ چھوڑ جائے وہ اس کا ترکہ ہے[8] ترکہ میں وہ تمام مملوکہ چیزیں داخل ہیں جو میت مرتے وقت چھوڑ جائے جن کے عین سے غیر کا حق متعلق نہ ہو۔ اگر عین سے کسی غیر کا حق متعلق ہو تو وہ ترکہ میں شامل نہیں ہو گی۔ مثلاً اگر میت نے زندگی میں کسی شخص کے پاس کوئی چیز بطور رہن رکھی تھی۔ یہ شی مرہون ترکہ میں شامل نہ ہو گی جب تک ورثاء مرتہن کو میت کا لیا ہوا قرضہ واپس نہ کریں۔ اس لحاظ سے ترکہ وہی ہے کہ میت اپنی وفات کے وقت خالی از حقوقِ غیر چھوڑے۔ ترکہ کے سلسلہ میں یہ اصول ہے کہ جونہی آدمی مرتا ہے اس کا مال اور ترکہ اس کی ملک سے نکل جاتا ہے اور اب یہ ورثا کا حق قرار پاتا ہے۔ اور ان کے درمیان شرعی اصولوں کے مطابق تقسیم ہو گا۔ لیکن تین چیزیں ایسی ہیں جن کا خرچ تقسیم ترکہ سے مقدم ہے۔ ان پر مال صرف کرنے کے بعد جو کچھ باقی رہے اس میں

میراث جاری ہو گی۔ اور اگر میت کا ترکہ انہیں چیزوں کے خرچ میں ختم ہو جائے تو وارثوں کو کچھ نہ ملے گا۔ وہ تین چیزیں یہ ہیں۔ میت کی تجہیز و تکفین، اداء دین اور نفاذِ وصیت[9]۔

قال علمأنا رحمهم الله تعالى: "تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتكفينه وتجهيزهٖ من غير تبزير ولا تقتير ثم تقضى ديونه من جميع يا بقى من ماله ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقى بعد الدين، ثم يقسم الباقى بين ورثتهٖ بالكتاب والسنة واجماع الأمة"[10]۔

ان تینوں حقوق کے بعد شرعی ورثاء کے درمیان شرعی اصولوں کے مطابق ترکہ کی تقسیم عمل میں لائی جائیگی اور ورثاء کیلئے شریعت نے جو ترتیب بتلائی ہے اس ترتیب کا لحاظ رکھا جائے گا۔

"فيبدأ بأصحاب الفرائض ثم بالعصبات من جهة النسب ثم بالعصبة من جهة السبب ثم عصبته على الترتيب ثم الرد على ذوى الفروض النسبيه بقدر حقوقهم ثم ذوى الارحام ثم مولى المولاة ثم المقر له بالنسب على الغير ثم الموصىٰ له بجميع ماله ثم بيت المال"[11]۔

چنانچہ ورثاء کے درمیان درج ذیل ترتیب کے مطابق ترکہ تقسیم ہو گا:

1 اصحاب الفرائض: یعنی وہ ورثاء جن کے حصہ قرآن کریم میں مذکور ہیں۔ ان کو ذوی الفروض بھی کہا جاتا ہے[12]۔

2 عصبات نسبیہ یعنی نسبی رشتہ دار: عصبہ کی تین صورتیں ہیں۔ اول متوفی کا وہ مرد رشتہ دار جس کی میت کی طرف نسبت میں کسی عورت کا واسطہ نہ ہو ان کو عصبہ بنفسہ کہا جاتا ہے۔

دوسری وہ خواتین جن کا حصہ نصف یا دو تہائی ہے اور وہ اپنے بھائیوں کی وجہ سے عصبہ بن جاتی ہیں، ان کو علم فرائض کی اصطلاح میں عصبہ بغیرہ کہا جاتا ہے۔

تیسری وہ خاتون جو دوسری خاتون کے ساتھ مل کر عصبہ بنتی ہے جیسے بیٹی کے ساتھ مل کر بہن عصبہ بن جاتی ہے اسے عصبہ مع الغیر کہتے ہیں[13]۔

عصبات میں تقسیم میراث کا اصول یہ ہے کہ ذوی الفروض سے جو کچھ بچ جائے وہ عصبہ کے حصہ میں آئے گا اور اگر تنہا ہو تو پورے متروکہ کا حقدار ہو گا۔

1 مولی العتاقہ:ذوی الفروض اور عصبات نسبیہ نہ ہوں تو ترکہ عصبہ سببی کو ملے گا۔ عصبہ سببی "مولی العتاقہ"[14] کو کہا جاتا ہے یعنی غلام کو آزاد کرنے والا، اس کا میت سے نسبی رشتہ نہیں ہوتا، صرف آزاد کرنے کا تعلق ہوتا ہے، اس لئے عصبہ سببیہ کہلاتا ہے۔

2 عصبۃ مولی العتاقہ:اگر مولیٰ عتاقہ یعنی میت کا آزاد کنندہ خود فوت ہو تو اس کے عصبہ بنفسہٖ کو یعنی بیٹے، باپ، بھائی، بھتیجے، چچا اور چچازادوں کو بالترتیب ترکہ ملے گا۔ اصول یہ جاری ہو گا کہ اقرب کی موجودگی میں اَبعد محروم رہے گا۔ اگر آزاد کنندہ کے عصبات مذکورہ بھی نہ ہو تو آزاد کنندہ جس کا غلام تھا اسے میت کا ترکہ ملے گا۔

3 الرد علی ذوی الفروض النسبیہ:اگر کسی طرح کے بھی عصبات نہ ہو تو زوجین کے علاوہ دوسرے ذوی الفروض کو ان کے حصہ شرعی کے تناسب سے دوبارہ ترکہ ملے گا۔ زوجین کو اس وقت دوبارہ نہیں دیا جائے گا کیونکہ وہ نسبی وارث نہیں۔ سببی وارث یعنی رشتہ زوجیت کی وجہ سے وارث ہیں۔

4 ذوی الاَرحام:اگر ذوی الفروض اور عصبات موجود نہ ہوں تو اب ذوی الارحام متروکہ کے حقدار ہوں گے۔ ان سے ایسے رشتہ دار مراد ہیں جو نہ عصبات میں سے ہوں اور نہ ذوی الفروض میں سے جیسے نواسے اور بھانجے۔

5 مولی الموالاۃ: ذوی الارحام بھی نہ ہوں تو مولی الموالاۃ[15] کو ترکہ ملے گا۔

6 المقرلہ بالنسب علی الغیر: مذکورہ بالا ورثاء میں سے کوئی موجود نہ ہو تو میت کے ترکہ کا وہ شخص حقدار ہو گا جس کا نسب معروف نہ ہو اور متوفیٰ نے اس کے نسب کا اقرار کیا ہو۔ اور موت تک اپنے اقرار سے رجوع نہ کیا ہو۔ جیسے وہ کسی کے چچا یا بھائی ہونے کا اقرار کرے۔ اس اقرار سے اگرچہ غیر کا نسب ثابت نہیں ہو گا۔ تاہم وہ مقرلہ چچا یا بھائی ہونے کی حیثیت سے وارث بن جائے گا۔

7 موصیٰ لہ بجمیع المال: ان مذکورہ بالا افراد کی غیر موجودگی میں وہ شخص میت کے ترکہ کا مستحق ہو گا جس کے لئے مرنے والے نے اپنے پورے مال کی وصیت کی ہو۔

8 بیت المال: درج بالا ترتیب کے تناظر میں میت کے ترکہ کا اگر کوئی مستحق نہ ہو تو پھر ترکہ بیت المال میں جمع کرا دیا جائے گا[16]۔

ان کل دس اقسام کے ورثاء میں مولی عتاقہ اور ان کے عصبات اور اس طرح مولیٰ الموالاۃ آج کل موجود نہیں۔ لہذا ورثاء کی کل سات اقسام تصور کی جائیں گی۔ ترتیب کے مطابق ہر قسم کے افراد کو میراث ملے گی۔ اس

طرح ایک قسم سے تعلق رکھنے والے افراد اپنے اپنے احوال کے مطابق میراث کے مستحق ہوں گے۔اس لیے کہ جو لوگ شرعاً میراث کے مستحق ہوتے ہیں۔ مختلف حالات میں ان کے حصوں میں تفاوت ہو سکتاہے۔اس سلسلہ میں اصحاب الفروض کے اپنے اپنے احوال ہیں۔ جو ان کے حصوں پر اثر انداز ہوتے ہیں[17]۔

واضح رہے کہ اسلام کے قانون میراث میں کبھی ازدواجی رشتہ کو میراث کا معیار بنایا گیاہے۔ کبھی آزاد کرنے کی نسبت کو محور قرار دیا گیاہے اور کبھی قرابت کو مدار تقسیم مقرر کیا گیاہے۔ قرابت میں بھی کبھی میت کے اصول کبھی فروع اور کہیں متوفیٰ کے والدین کے فروع اور کبھی اس کے دادا کے فروع کو حصہ دلا دیا گیاہے۔ مختصراً یہ کہا جا سکتاہے کہ تین اسباب یعنی نسب، نکاح اور ولاء میں اسباب میراث کو محدود کیا گیاہے۔

لیکن اس امر کو بہر حال یقینی بنایا گیا کہ وراثت پر رشتہ ازدواج، قرابت یا آزاد کرنے کی نسبت کے علاوہ کوئی اور سبب اثر انداز نہ ہو۔ جن سے شبہ پیدا ہو کہ وراثت میں ورثاء نے ان حدود کو پامال کرنے کی کوشش کی ہے۔اس کوشش کا یقینی ثبوت ہو، یا شائبہ ایسے اسباب اور حالات کی بنا پر شریعت وارث کو حق وراثت سے کلی طور پر یا جزوی طور پر محروم کر دیتی ہے۔ جہاں جزوی طور محروم کر دے فرائض کی اصطلاح میں اس کے لیے حجب، حاجب اور محجوب کے عنوان استعمال کیے جاتے ہیں[18]۔

جبکہ بعض اوقات ان اسباب کی وجہ سے وارث بالکلیہ میراث سے محروم قرار دیا جاتاہے۔اس کے لیے اصطلاحی طور پر "حرمان" اور "محروم" کے نام استعمال کیے جاتے ہیں[19]۔

حجب اور حرمان کی صورتوں میں ورثاء کلی یا جزوی طور پر محروم ہوتے ہیں۔ اول الذکر میں جزوی طور پر اور موئخر الذکر میں کلی طور پر ورثاء اگرچہ محروم ہوتے ہیں لیکن محروم ہو کر کالعدم تصور نہیں کیے جاتے بلکہ دیگر ورثاء کے حصوں پر اثر انداز ہوتے ہیں اور ان کے حصوں میں ان کی موجودگی کی وجہ سے کمی یا بیشی واقع ہو جاتی ہے لیکن بعض صورتیں ایسی ہیں کہ ورثاء نہ صرف خود میراث سے محروم ہوتے ہیں بلکہ بذات خود محروم ہو کر کالعدم تصور کیے جاتے ہیں۔ ان کے وجود اور عدم وجود سے دیگر ورثاء کے حصوں پر کسی قسم کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس قسم کی محرومی جن اسباب کی وجہ سے آتی ہے۔ علماء فرائض انہیں "موانع ارث" کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ لہذا شرعاً وارث بننے اور ترکہ کا حق دار ہونے کیلئے ضروری ہے کہ اسباب میراث یعنی نسب، نکاح اور ولاء میں سے کسی ایک سبب کی موجودگی کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ وارث میں کوئی ایسی بات نہ پائی جائے جو شرعاً میراث کا حق دار ہونے میں رکاوٹ ہو، اسباب میراث کے ہوتے ہوئے حقِ میراث سے محرومی کا باعث ہو اور وراثت کیلئے مانع ہو۔ شریعت مطہرہ مختلف مصلحتوں اور حکمتوں کے پیش نظر

ان اوصاف کی وجہ سے وارث کو حق میراث سے روک دیتی ہے ان اوصاف کی تعداد میں اہل علم کا اختلاف ہے تاہم مشہور قول کے مطابق یہ چار ہیں۔ چنانچہ امام سراج الدین محمد بن محمد السجاوندی فرماتے ہیں:

"المانع من الإرث أربعة، الرق وافراً كان أو ناقصا، والقتل الذى يتعلق به وجوب القصاص أو الكفارة واختلاف الدينين واختلاف الدارين"۔[20] وراثت سے روکنے والے اوصاف چار ہیں۔ غلامی کامل ہو یا ناقص اور ایسا قتل جس سے قصاص یا کفارہ کا وجوب متعلق ہوتا ہے، وارث اور مورث کے دینوں کا اختلاف اور دونوں ملکوں کا اختلاف۔

اسلام کے نظام وراثت میں مورث کا مال بوجہ رشتہ یا علاقہ کے وارثوں کو ملتا ہے۔ تاہم اگر ایسا امر یا امور پیش آجائیں جو رشتہ محبت یا علاقہ تعلق کی بجائے نفرت اور جدائی کا سبب بن جائیں۔ تو اس وقت جب وراثت کی بنیاد متاثر ہو جاتی ہے تو وراثت کا تعلق ختم ہو جاتا ہے۔ ایسی صورتحال میں سبب وراثت منعقد ہی نہیں ہوتا۔ انعقاد سبب کے نہ ہونے کی وجہ سے مسبب بھی وجود میں نہیں آتا۔ اور وراثت سے حرمان کی شکل میں نتیجہ نکل آتا ہے۔

مانع اول: غلامی

ایسے امور اور اسباب میں ایک چیز یہ ہے کہ وارث غلام ہو۔ غلامی کی وجہ سے مورث سے میراث نہیں پائے گا۔ چاہے اس وقت ذوی الفروض میں ہو یا عصبات یا میراث پانے والی دیگر اقسام میں کیوں نہ ہو۔ حق میراث پانے کے لئے حق ملکیت[21] ہونا ضروری ہے اور غلام مالک نہیں بن سکتا بلکہ مملوک ہوتا ہے۔ غلام شرعاً مالک ہونے کی قابلیت نہیں رکھتا۔ اس کے قبضہ میں جو کچھ آتا ہے وہ اس کے آقا اور مالک کی ملک ہو جاتا ہے لہذا غلام کا کوئی رشتہ دار مر جائے تو اس کے مال میں غلام کو میراث نہیں ملے گی بلکہ محروم رہے گا کیونکہ اگر اس کو حصہ دلایا جائے تو وہ ایک ایسے شخص (غلام کے مالک) کی ملک ہو جائے گا جو اس مال کا مستحق نہ تھا۔[22] کیونکہ غلام کے مالک کا غلام کے مورث سے رشتہ نہیں۔

ایسے ہی اگر کسی غلام کا انتقال ہو جائے۔ تو اس کے وارثوں کو میراث اس لیے نہیں ملتی کہ غلام جب حالت غلامی میں مرتا ہے تو اس کا کچھ ترکہ ہی نہیں رہتا کیونکہ خود مملوک تھا۔ کسی چیز کا مالک ہی نہ تھا جو کچھ مال اس کے قبضہ میں ہے وہ غلام کی زندگی میں بھی اس کے آقا اور مالک کا مملوک تھا اور غلام کے مرنے کے بعد بھی اسی کا مملوک رہا غلام کے رشتہ دار وارثوں کو میراث کیسے ملے کیونکہ میراث ہے ہی نہیں۔ میراث کا تعلق مورِث کے ترکہ سے ہے اور مورث (غلام) کا ترکہ ہے ہی نہیں۔ لہذا غلام وارث بن سکتا ہے اور نہ مورث۔ اور اس حکم میں غلامی کی تمام صورتیں آجاتی ہیں چاہے قن یعنی عبد خالص ہو یا مکاتب، مدبر، ام ولد اور معتق البعض میں سے کسی کو وراثت نہیں ملے گی[23]۔

مانع دوم: قتل

موانع ارث میں دوسرا سبب قتل ہے۔ شریعت اسلامی کے بنیادی مقاصد میں ایک اہم مقصد انسانی زندگی کا تحفظ ہے۔ ایمان کے بعد شاید انسانی جان کی حفاظت سے بڑا کوئی فریضہ نہیں اور کفر کے بعد ناحق قتل سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں۔ قرآن کی نگاہ میں ایک نفس انسانی کا قتل پوری انسانیت کے قتل کے مترادف ہے۔[24] اگر عاقل بالغ وارث نے اپنے مورث کو ظلماً مار ڈالا تو یہ وارث میراث سے بالکل محروم رہے گا[25]۔

احکام کے اعتبار سے فقہاء نے قتل کی پانچ قسمیں بیان کی ہیں اور ہر قسم کے اپنے اپنے احکام ہیں وہ قسمیں یہ ہیں۔ قتل عمد، شبہ عمد، قتل خطا، شبہ خطا اور قتل بالسبب[26]۔

1 قتل عمد: ہتھیار یا ہتھیار کے قائم مقام آلہ سے جان بوجھ کر قتل کرنے کو امام اعظمؒ کے نزدیک قتل عمد کہا جاتا ہے جیسے تلوار، دھاری دار لکڑی، نوکدار پتھر یا آگ وغیرہ، صاحبین اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک قصداً کسی ایسی چیز سے ارادۃ قتل کرنے کو قتل عمد کہتے ہیں۔ جس سے عموماً آدمی مر جاتا ہے جیسے بھاری لکڑی وغیرہ اس قتل کا حکم یہ ہے قاتل مستوجب قصاص اور وراثت محروم اور آخرت میں دائمی عذاب جہنم کا مستحق ہو جاتا ہے۔ قتل عمد میں کفارہ واجب نہیں کیونکہ کفارہ میں ایک پہلو عبادت کا بھی پایا جاتا ہے اور یہ شاید ایسا شریعت کی نظر میں ناقابل تلافی گناہ ہے کہ کفارہ اس کے مناسب حال نہیں[27]۔

2 قتل شبہ عمد: ایسی چیز سے قصداً مار ڈالنے کو کہا جاتا ہے جو نہ تو ہتھیار ہو اور نہ ہتھیار کے درجہ کی چیز ہو مگر اس سے جان نکلنے کا غالب گمان ہو جیسے کوڑا، بڑی لاٹھی، پتھر وغیرہ۔

امام ابویوسف، امام محمد اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک شبہ عمد ایسی چیز سے بالقصد مارنے کو کہتے ہیں جس سے عام طور پر ہلاکت واقع نہیں ہوتی۔ جیسے چھوٹی لاٹھی، بڑے پتھر وغیرہ بڑی لاٹھی سے ہلاکت۔ صاحبین کے نزدیک یہ قتل عمد کے زمرہ میں آتا ہے[28] قتل کی صورت میں قاتل پر گناہ و کفارہ جبکہ عاقلہ پر دیت مغلظہ واجب ہوتی ہے اور قاتل میراث سے محروم رہتا ہے[29]۔

3 قتل خطا: وہ قتل ہے جس میں قتل کا ارادہ نہ ہو اور قتل ہو جائے۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔ اول قصداً و ارادۃ غلطی ہو گئی۔ جیسے شکار سمجھ کر گولی چلائی اور وہ شکار نہیں تھا آدمی تھا۔ دوم فعل میں غلطی واقع ہو گئی جیسے شکار پر گولی چلائی۔ لیکن نشانہ چوک گیا اور گولی آدمی کو لگی اور اس کی موت واقع ہوئی[30]۔

قتل کی صورت میں قاتل پر گناہ اور کفارہ، عاقلہ پر دیت مخففہ اور قاتل میراث سے محروم رہتا ہے۔ اس پر اگر قتل کا نہیں لیکن غفلت کا گناہ لازم آتا ہے [31]۔

4 شبہ خطا یا قائم مقام خطا: یہ ایسا قتل جس میں قاتل کے فعل اختیاری کو دخل نہ ہو۔ انجانے میں قتل ہو۔ نیند میں کروٹ بدلی اور بچہ دب کر مر گیا۔ درخت یا چھت سے بے اختیار کسی پر گرا اور اس شخص کی ہلاکت ہو گئی اس کے احکام وہی ہیں جو قتل خطا کے ہیں [32]۔

5 قتل بالسبب: اس سے مراد ایسا قتل ہے جس میں آدمی بالواسطہ ہلاکت کا سبب بنا ہو یعنی اس نے قتل کے سبب کو اختیار کیا۔ جیسے غیر کی زمین میں بلا اجازت کنواں کھودے اور کنویں میں گر کر کسی کی موت واقع ہو جائے۔ غیر کی مملوکہ زمین میں پتھر رکھ دیا کوئی اس سے ٹکرا کر مرا۔ اس صورت میں اس پر اور اس کے عاقلہ پر دیت واجب ہو گی۔ گو غیر مملوکہ زمین میں بے جا تصرف کا گناہ ہو گا البتہ نہ مستوجب قصاص ہو گا اور نہ میراث سے محروم ہو گا [33]۔

قتل بالسبب کے علاوہ قتل کی تمام صورتوں میں قاتل اگر مقتول کا شرعاً وارث بنتا ہو۔ تو ظلماً قتل کی وجہ سے میراث سے محروم رہے گا۔ تاہم ظلماً نہیں مارا بلکہ مورث اس پر حملہ آور ہوا اور وارث نے اپنے دفاع میں اس پر وار کیا اور مورث مر گیا یا مورث کو قاضی یا حاکم کے حکم کے مطابق ارتداد، قصاص یا رجم [34] کے سلسلے میں بطور سزا قتل کیا تو بھی میراث سے محروم نہ ہو گا۔

قتل باالسبب کے علاوہ قتل کی تمام صورتوں میں قاتل میراث سے محروم کیا جائے گا۔ قتل بالسبب میں قاتل براہ راست اور بلاواسطہ قتل کا ارتکاب نہیں کرتا نہ قتل کا شعوری طور پر ارادہ رکھتا ہے نہ قتل کے واقعات میں کسی فعل کا بذاتِ خود ارتکاب کرتا ہے۔ اس لئے قتل کا گناہ بھی اس کے ذمہ نہیں آتا۔ نہ قتل کی سزا اس پر لاگو ہوتی ہے۔ تاہم غیر مملوکہ زمین میں تصرف کرنے کا وبال اس پر آتا ہے۔ قصاص اور کفارہ لازم نہیں ہوتا۔ اس لیے اس قتل کی ذمہ داری براہ راست اس پر عائد نہیں ہوتی اور نہ اس کا براہ راست قصور پایا جاتا ہے۔ اس لئے مورث مقتول کے ساتھ اس رشتہ یا تعلق پر شبہ نہیں کیا جاسکتا۔ جس کی وجہ سے یہ اس کا شرعی وارث بن رہا ہے۔ لہذا دیگر ورثا جس طرح رشتہ، نسب یا ولاء کی بنیاد پر اس کے چھوڑے ہوئے مال کے شرعی وارث بنتے ہیں۔ یہ بھی اس حق سے محروم نہیں رہے گا۔

قتل کی دیگر چاروں اقسام اگرچہ مخصوص احکام کے اعتبار سے آپس میں مختلف ہیں۔ قتل عمد میں گناہ و قصاص، شبہ عمد میں گناہ، دیت مغلظہ کے ساتھ کفارہ، قتل خطا و شبہ خطا میں کفارہ و دیت لازم آتے ہیں۔ تاہم حرمانِ میراث کہ اگر مقتول

مورث ہے اور قاتل وارث تو قاتل تمام صورتوں میں میراث سے محروم رہے گا۔ اس حکم میں قتل کی چاروں اقسام مشترک ہیں۔

معصوم انسان (جو شرعی نقطہ نظر سے قتل کا مستحق نہ ہو) کے قتل ہونے کی صورت میں دیت واجب ہوتی ہے۔ چاہے اس کو قتل کرنے والا نابالغ یا مجنون ہی کیوں نہ ہو۔ قتل عمد میں کسی صورت میں بھی اگر مقتول کے ورثاء دیت لینے پر راضی ہوں تو خود قاتل پر دیت واجب ہوتی ہے اور اس پر فقہاء کا اتفاق ہے۔[35] اور ظاہر ہے دیت مقتول کے رشتہ داروں کو ملتی ہے۔ چنانچہ ان تمام صورتوں میں "مقتول مورِث" کی میراث اور متروکہ مال سے قاتل اس لئے محروم کیے جائیں گے کہ جب قتل ہی کی وجہ سے قاتل بذات خود، مقتول کے رشتہ داروں اور ورثاء کو دیت ادا کرے گا تو خود مقتول کا ترکہ کیوں کر قاتل کے پاس جا سکتا ہے۔ اس لیے قاتل میراث سے محروم ہوتا ہے۔ چنانچہ پیغمبر اسلام ﷺ نے ارشاد فرمایا "لا يرث القاتل"[36]۔ قاتل وارث نہیں بن سکتا۔

قتل عمد کی صورت میں جب قاتل مورث پر حملہ آور ہوتا ہے جس میں مجرم کا ارادہ ہی قتل کا ہوتا ہے۔ تاہم ارادہ قتل جو باطنی چیز ہے۔ اس پر مطلع ہونا آسان نہیں لیکن ایسے آلات کا استعمال جو عموماً قتل کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں، اس کے حق میں ارادہ اور قصد کے ترجمان بن جاتے ہیں اور ایسا لگتا ہے کہ مورث اور وارث کے درمیان میراث کا سبب بننے والا رشتہ ہلاکت اور فنا کے گھاٹ اترتا ہے اس لیے قتل عمد میں قاتل کا میراث سے محروم ہونا حقیقت میں سبب میراث سے محرومی کی وجہ سے ہے۔

قتل شبہ عمد میں اگرچہ جس آلہ کے ذریعہ قاتل حملہ آور ہوتا ہے۔ عموماً اس سے موت وہلاکت واقع نہیں ہوتی۔ لیکن اس وقت اصل اہمیت آلہ کی نہیں ہوتی بلکہ فاعل کے ارادہ اور اس کے فعل کے اثر ونتیجہ کی ہوتی ہے۔ جو اس بات کی علامت بن جاتا ہے کہ قاتل ضرب وایذاء مورث میں اس حد تک زور دکھا رہا ہے گویا قاتل نے سبب میراث کے عدم انعقاد کا از خود فیصلہ کر لیا ہے۔ لہٰذا اس کو مورث کی میراث سے شریعت نے محروم قرار دیا ہے۔

قتل خطا اور شبہ خطا میں قصد وفعل میں اگرچہ خطا ہوتی ہے۔ قتل خطا میں غیر شعوری اور قتل شبہ خطاء میں غیر اختیاری فعل کے نتیجے میں کم از کم بے توجہی، غفلت، سستی، کاہلی اور کوتاہی اس حد تک پہنچ جاتی ہے جس سے بسا اوقات ایسے شبہات جنم لے سکتے ہیں۔ کہ گویا قاتل کا مقصود سبب میراث یعنی رشتہ نہیں بلکہ میراث اور مال ہی ہے۔ مال اس کے لیے اہم ہے رشتہ اس کے لئے بے قیمت ہے بلکہ لاشئ کے درجے میں ہے۔ اور یوں دکھائی دیتا ہے کہ اسے میراث کی اتنی جلدی ہے کہ جس نے اس کی آنکھوں پر پٹی اور دل دماغ پر بے توجہی کا دبیز پردہ ڈالا ہے کہ شعور واختیار کے ہوتے ہوئے

اپنی مورث کی حفاظت کو اتنی اہمیت نہیں دیتا اور اس کی بے توجہی اس کو قتل کر ڈالتی ہے۔ چنانچہ شریعت قاتل کے حق میں سبب میراث رشتہ یا علاقہ کو لاشئی کا درجہ دیتی ہے اور قاتل کو شرعی ورثاء کی فہرست سے نکال کر محروم کر دیتی ہے۔

یہی وجہ ہے نابالغ اور مجنون اگر اپنے مورث کو قتل کر دیں تو انہیں میراث سے محروم نہیں کیا جاتا کیونکہ مجنون ہوش وعقل نہ ہونے کی وجہ سے اور بچہ فہم وشعور نہ ہونے کی وجہ سے رشتہ داری اور مورث کے ساتھ تعلق وعلاقہ کی نزاکت اور قیمت سے ناواقفیت کی بنا پر اسے قتل کرتے ہیں۔ یہ گویا فرد کو قتل کرتے ہیں رشتہ کو نہیں۔ ان کے حق میں سبب میراث رشتہ وعلاقہ موجود ہے۔ لہذا یہ میراث کے مستحق رہیں گے اور ان کے دیگر افعال کی طرح قتل مورث بھی مستوجب جزاوسزا نہیں سمجھا جائے گا۔

ایسے ہی اگر کسی وارث نے اپنے دفاع اور جان بچانے کے خاطر مورث کو قتل کیا تو بھی اس نے رشتہ کو قتل نہیں کیا بلکہ قاتل کو قتل کیا اور اپنے آپ کو قتل سے بچایا۔ لہذا یہ بھی میراث سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

اس طرح اگر وارث نے اپنے مورث کو سبب شرعی کے بنا پر قتل کیا مثلاً حاکم اور قاضی کے حکم سے مورث کو قصاصاً قتل کیا۔ یا حد زنا میں رجم کیا یا ارتداد کی وجہ سے قتل کیا۔ اس وقت بھی وارث میراث سے محروم نہیں ہو گا۔ کیونکہ اس نے سبب میراث یعنی رشتہ کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ اس رشتہ پر اس نے اسی شریعت کو ترجیح دے دی جس شریعت نے ان رشتہ داریوں کے حدود وقیود متعین کیے ہیں اور اپنے پیروکاروں کو ان کی پاسداری کی تعلیم دی ہے۔ چونکہ اس وقت بھی وارث کے حق میں سبب موجود ہے لہذا رجماً، قصاصاً یا ارتداداً قتل کرنے اور اپنے مورث کے قاتل ہونے کے باوجود میراث پائے گا۔

خلاصہ کلام یہ کہ اگر عاقل بالغ وارث نے اپنے مورث کو ظلماً قتل کر ڈالا۔ تو گویا اس نے رشتہ کو قتل کر ڈالا اور رشتہ ختم ہونے کی وجہ سے مورث کو میراث سے محروم کیا جائے گا ورنہ نہیں۔

مانع سوم: اختلاف دین

موانع ارث میں تیسرا وصف اور سبب اختلاف ادیان ہے۔ مورث اور وارث کے دین اگر مختلف ہیں۔ تو ادیان کا باہمی اختلاف ان دونوں کو ایک دوسرے کی میراث محروم کر دے گا۔ اگر مورث مسلمان ہے اور وارث کافر۔ تو کافر کو مسلمان کی میراث نہیں ملے گی بلکہ جو وارث مسلمان ہیں وہ مسلمان مورث کی میراث کے حق دار ہوں گے۔ اس طرح

اگر مورث کافر ہے اور وارث مسلمان تو مسلمان کو کافر مورث کی میراث نہیں ملے گی بلکہ اس کے کافر ورثا کو اس کی میراث دی جائے گی اور اگر کافر ورثاء موجود نہیں تو اس کی میراث بیت المال میں جمع کی جائے گی۔

اختلاف دینین سے یہاں مراد اسلام اور کفر کا اختلاف ہے۔ کفر اپنی تمام اقسام کے ساتھ اور کفار اپنے مذاہب اور ادیان میں اختلاف کے باوجود ایک ہی ملت اور طریقے کے حامل ہیں۔ اس لیے کہ خاتم النبیین ﷺ کی شریعت ہی حق اور برحق دین ہے۔ اس کے اعتبار سے لوگوں کی دو قسمیں ہیں:

1 جن لوگوں نے اس دین کو دل وجان اور ظاہر وباطن سے تسلیم کیا، یہ مسلمان ہیں۔

2 جنہوں نے اس کا انکار کیا۔ یا تصدیق نہ کی وہ کافر ہیں۔

امام رازیؒ نے کفر کی واضح تعریف کی: الکفر عدم تصدیق الرسول ﷺ فیما علم بالضرورة مجیئة به[37]۔

یعنی آنحضرت ﷺ کی اس چیز میں تصدیق نہ کرنا جس کا بدیہی اور قطعی طور پر دین سے ہونا معلوم ہو چکا ہو۔ اس تعریف کی رو سے ترک تصدیق رسول اور تکذیب رسول دونوں صورتیں کفر قرار پاتی ہیں۔ چنانچہ تمام کفار آپس میں اختلاف کے باوجود ترک تصدیق یا تکذیب رسول میں شرکت کی وجہ سے ایک ملت پر ہیں۔[38] لہٰذا اسلامی احکام کے اعتبار تمام کفار ایسے سمجھے جائیں گے جیسا کہ ایک دین کے علمبردار ہو۔ امام سرخسی اور صاحب ہدایہ نے قاعدہ ذکر کیا ہے:"الکفر کله ملة واحدة"[39]۔

لہٰذا اسلام کے سوا جتنے مذاہب اور فرقے ہیں ان کا مقدمہ اگر اسلامی عدالت میں آئے تو ان میں باہم میراث جاری کرائی جائے گی۔ یہود، عیسائی، سکھ، ہندو، دہری اور دیگر تمام مذاہب ایک سمجھے جائیں گے۔ ان میں سے اگر ایک مر جائے، تو دوسرے کو میراث پہنچنے کا فیصلہ کیا جائے گا۔ لیکن مسلمان کو ان فرقوں میں سے کسی کے مال میں سے میراث نہیں پہنچ سکتی اور نہ مسلمان کے انتقال پر ان فرقوں میں بطور وراث کسی شخص کو حق میراث مل سکتا ہے[40]۔

اس اصول سے یوں دکھائی دیتا ہے کہ جس طرح کفر حرمان میراث کا سبب بنتا ہے۔ اس طرح اسلام بھی حرمانِ میراث کا سبب بنتا ہے۔ حالانکہ کفر ناشکری کا نام اور دوسرا عنوان ہے۔ اس سے محرومی کا واقع ہونا عین انصاف ہے۔ لیکن اسلام تو وفا شعاری اور تسلیم ورضا کا دوسرا نام ہے۔ اس کا حرمان میراث کا سبب بننا باعث حیرانی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ

سیدنا معاذ بن جبل اور سیدنا معاویہؓ کا قول ہے کہ مسلم کو غیر مسلم کی میراث ملتی ہے۔ لیکن امام احمد بن حنبل نے حدیث کی بنا پر ان حضرات کے قول کو رد کیا ہے[41]۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس اصول سے ایک طرف اسلام کی انصاف پسندی معلوم ہوتی ہے۔ کہ بظاہر انصاف کا تقاضہ ہے کہ اگر کافر کو اختلاف دین کی وجہ سے مسلمان کی میراث نہیں ملتی۔ تو مسلمان کو بھی کافر کی میراث اس بنیاد پر نہیں ملنی چاہیئے۔ دوسری طرف اس اصول سے اسلام کی حنیفیت، نظریاتی وابستگی کی اہمیت اور ایمانی رشتہ کی اولیت معلوم ہوتی ہے۔ کہ میراث کا بظاہر تعلق ظاہری رشتہ اور علاقہ سے ہے۔ اس لیے رشتہ کی بنیاد پر حق میراث ملتا ہے لیکن جہاں بات ایمان اور کفر کی یا حق اور باطل کی آجاتی ہے تو اسلام کے نزدیک اللہ کا رشتہ انسانی رشتوں سے زیادہ محکم، مقدس اور مقدم قرار پاتا ہے اور حرمان میراث کا سبب اسلام نہیں در حقیقت ایمانی رشتہ کا اختلاف قرار پاتا ہے۔ اور مسلمان اسلام لا کر اس رشتہ سے وابستگی کا اقرار کرتا ہے جبکہ کافر انکار کر کے در حقیقت اس رشتے کا انکار کرتا ہے۔ اور یوں اس کا انکار ہی حرمان میراث کا سبب قرار پاتا ہے۔ اور اس رشتہ ایمانی سے انکار اور کفر پر اصرار کے بعد اہل ایمان کو ظاہری رشتہ کی بنیاد پر ملنے والے مال سے محرومی کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔

یہی وجہ ہے کہ جو شخص مرتد ہو جائے یعنی دین اسلام سے پھر جائے تو پھر کافروں کی مانند اہل اسلام کی میراث سے محروم رہے گا۔ البتہ حالت اسلام میں مرتد کا کمایا ہوا مال مسلمان ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا اور حالت کفر کی کمائی بیت المال میں بطور مال فیئ داخل کر دی جائے گی[42]۔

البتہ عورت اگر مرتد ہو جائے اور کفار سے مل جائے یا قتل کی جائے تو اس کا مال مسلمان وارثوں کو پہنچے گا خواہ حالت اسلام میں وہ مال اسے حاصل ہوا ہو یا مرتد ہونے کے بعد۔ حالت اسلام اور حالت ارتداد کی ساری کمائی مسلمان ورثاء کو ملے گی[43]۔

مانع چہارم : اختلاف دارین

مورث اور وارث اگر دو مختلف ملکوں میں رہتے ہو تو ایک دوسرے کے وارث نہیں بن سکتے۔ لیکن یہ حکم خاص کفار کے لیے ہے، مسلمانوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں اگر چہ بعض فقہاء کرام نے مسلمانوں کے حق میں بھی بعض صورتوں میں اختلاف دار کا اعتبار کیا ہے مگر وہ مرجوح اور غیر صحیح ہے[44]۔

فتاویٰ عالمگیری میں صراحت کی گئی ہے:

"هذا الحکم فی حق اهل الکفر لا فی حق المسلمین حتی لو مات مسلم فی دار الحرب یرث ابنه الذی فی دار الاسلام"[45]۔

یہ حکم کفار کے لئے ہے نہ کہ مسلمانوں کے لیے لہٰذا اگر کوئی مسلمان دار الحرب میں انتقال کر جائے تو دارالاسلام میں رہائش پذیر اس کا بیٹا اس کی میراث کا حقدار ہو گا۔

مسلمان کا وارث گو کتنی ہی بعید ولایت اور ملک میں رہتا ہو اپنے مورث کے مال سے محروم نہ رہے گا خواہ کتنا ہی بعد المشرقین کی مسافت پر ہو اور دونوں کی سکونت مختلف سلطنتوں میں ہو۔ کیونکہ مسلمانوں کے حق میں اسلام وطنی حد بندیوں سے آزاد ہے اور ساری دنیا ان کا وطن ہے۔ البتہ جو مسلمان نہیں ان میں اگر میت اور وارث دو مختلف ملکوں میں رہتے ہوں اور ان سلطنتوں میں باہم صلح بھی نہ ہو تو دوسرے ملک میں رہنے والے میت کی میراث اس کے وارث کو نہ پہنچے گی اور وارث اور مورث کا دو مختلف ملکوں کا رہائشی ہونا ایک دوسری کی میراث سے محروم ہونے کا باعث بن جائے گا[46]۔

ایسا لگتا ہے کہ علم فرائض کے سلسلے میں مرتب کی جانے والی اکثر کتب میں موانع ارث کے ضمن میں اختلاف ملک کا تذکرہ اسلام کے قانون میراث کی تکمیل اور ضمیمہ کے طور پر ہوتا ہے کیونکہ جب اس سبب کا اعتبار مسلمانوں کے حق میں نہیں کیا جاتا۔ گویا اس باب میں اسلامی قانونی، روحانی اور ایمانی دنیا کا تصور دیا گیا ہے۔ اور روحانی دنیا جغرافیائی سرحدوں کو قبول نہیں کرتی۔ نہ جغرافیائی تقسیم اور قومیتوں کے نام پر زمینی ٹکڑوں کی علیحدگی اس پر اثر انداز ہوتی ہے۔ مشرق، مغرب اور شمال وجنوب کے کناروں پر آباد اہل ایمان، ایمانی رشتہ میں بندھنے کی وجہ سے ایک ہی ملک کے باشندے قرار پاتے ہیں۔ مسلمانوں کا شرعی خلیفہ بھی ایک ہوتا ہے۔ ان کے لیے جواز و عدم جواز حلال و حرام کا قانون بھی پوری دنیا میں ایک ہوتا ہے۔ اس لیے قانون میراث میں اختلاف ملک کے سبب کو غیر مؤثر قرار دینا در حقیقت ظاہری ملکی، علاقائی رشتوں پر اسلامی و ایمانی رشتے کی ترجیح، تقدیس اور تقسیم کا درس ہی ہے۔

تمام کفار کے حق میں اس سبب کے روبعمل لانے کی وجہ ہو سکتا ہے یہ ہو کہ جب اسلامی خلافت قائم تھی تو غیر مسلم ایسے مسائل کا تصفیہ ان سے کراتے تھے۔ آج کل نہ ان کو اسلامی قاعدہ سے فیصلہ کرانے کی ضرورت ہے نہ مسئلہ پوچھنے کی۔ تاہم معلوم ہوتا ہے کہ صرف کفار اور اہل کفر کے حق اس سبب اور وصف کا لحاظ اس لیے ہوتا تھا تاکہ عام غیر مسلم اور بطور خاص ایک فرد کی اپنی ذاتی اور نجی معاملہ سے خلافت کے اجتماعی مسائل اور مفاد کو الگ رکھا جانا مقصود تھا تاکہ ایک فرد کی نجی ذاتی مسائل ملکوں کے درمیان اجتماعی مسائل پر اثر انداز نہ ہو۔

مانع پنجم: ابہام موت

ان مذکورہ اسباب و موانع کے علاوہ میراث سے محروم ہونے کا ایک سبب موت کے وقت کا معلوم نہ ہونا ہے یعنی یہ معلوم نہ ہو کہ وارث اور مورث میں کس کا انتقال پہلے ہوا ہے۔ اس لئے کہ میراث کے حقدار رشتہ داروں میں موت کا وقت ہی ان میں مورث اور وارث کو متعین کر دیتا ہے۔ جس کی موت پہلے واقع ہو وہ مورث اور جس کی موت بعد میں واقع ہو وارث ہو گا۔ لیکن اگر معلوم نہ ہو سکے کہ کس کی موت پہلے واقع ہوئی ہے تو وارث اور مورث متعین نہ ہوں گے حالانکہ میراث کا حقدار ہونے کے لیے میت کا وارث ہونا ضروری ہے۔ مثلاً سمندری جہاز غرق ہو، ہوائی جہاز کریش کر جائے، زلزلہ و سیلاب کے نتیجے میں رشتہ دار ایک ساتھ مر جائیں، تو ان مرنے والوں کو ایک دوسرے کی میراث نہیں ملے گی اور یوں سمجھا جائے کہ یہ سب بیک وقت انتقال کر گئے ہیں۔ لہٰذا ان میں نہ وارث ہو گا اور نہ مورث[47]۔

مانع ششم: نبوت

میراث سے محروم ہونے کا چھٹا سبب نبی ہونا ہے کیونکہ انبیاء نہ اپنے کسی رشتہ دار سے میراث پاتے ہیں اور نہ ان کی میراث کسی کو پہنچتی ہے[48] ارشاد نبوی ہے:"نحن معاشر الانبياء لا نورث ما تركنا صدقة"۔[49] ہم نبیوں کے مال میں میراث جاری نہیں ہوتی ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں اس کا حکم صدقہ کی مانند ہے یعنی تمام مسلمانوں کا حق ہے ایسے امور میں خرچ کیا جائے جس میں عامۃ المسلمین کو نفع پہنچے۔

میراث سے محرومی کے لیے عاق نامہ تحریر کیا جاتا ہے۔ اگر بالفرض مورث نے اپنے وارث کو زبانی عاق کیا یا عاق نامہ تحریر کیا کہ میں فلاں وارث کو ناراضگی کے بنا پر عاق کرتا ہوں میرے مال اور ترکہ سے اسے محروم رکھا جائے۔ ایسا وارث شرعاً محروم نہ ہو گا اور اس کو وراثت کا مقررہ حصہ پہنچے گا۔ شرعی قانون میراث کے برخلاف اپنے ترکہ سے متعلق زبانی یا تحریری فیصلہ بھی ناقابل اعتبار اور باطل ہو گا۔ کیونکہ میراث اور توریث کوئی اختیاری امر نہیں۔ بلکہ ایسا حق ہے کہ مورث اور وارث کے اختیار کے بغیر خود بخود ثابت ہو جاتا ہے۔ مرنے کے بعد شرعی وارث کی وراثت خود بخود ثابت ہو جاتی ہے خواہ مرنے والا اس کو پسند کرے یا نہ۔ اور لینے والا اس پر راضی ہو یا نہ۔ اس طرح مرنے کے بعد شرعی وارث اپنے حصے کا وارث بن جائے گا خواہ قبول کریں یا نہ کریں[50]۔

موانع ارث کی تعداد میں اختلاف اور اس کی وجوہات

علم فرائض اور میراث سے متعلق قدیماً و حدیثاً جتنی چھوٹی بڑی کتابیں مرتب کی گئی ہیں۔ ان میں جہاں موانع ارث بیان کیے جاتے ہیں۔ تو ان کی تعداد میں اختلاف نظر آتا ہے۔ موانع کی تعداد تین، کبھی چار، کبھی پانچ اور کبھی چھ بیان کی جاتی ہے۔ بعض کتابوں میں ان کی تعداد سات ذکر کی گئی ہے۔ جبکہ معاصر کتب میں ان کی تعداد کی تحدید نہیں کی

گئی ہے۔ تاہم موانع ارث کی تعداد میں یہ اختلاف حقیقی نہیں بلکہ مؤلفین کے نقطہ نظر کا اختلاف ہے۔ بحیثیت مجموعی موانع ارث کی تعداد سات ہے:

1۔ قتل 2۔ غلامی 3۔ اختلاف دین 4۔ اختلاف دار

5۔ ارتداد 6۔ ابہام موت (یعنی وارث اور مورث کی موت کے وقت کا معلوم نہ ہونا)

7۔ نبی ہونا

جن کتب میں موانع کی تعداد سات ذکر کی گئی ہے۔ ان حضرات کی نظر موانع ارث کی مجموعی تعداد اور تفصیل پر رہتی ہے۔ اہل ایمان کی جن کتب میں ان کی تعداد چھ بیان کی گئی ہے۔ یہ حضرات نبوت یعنی نبی ہونے کا ذکر نہیں کرتے۔ چونکہ انبیاء نہ مورث ہوتے ہیں اور نہ وارث۔ آخری نبی پر نبوت کا سلسلہ ختم کیا گیا ہے۔ اب چونکہ کسی نبی کی آمد کا سرے سے امکان نہیں لہٰذا موانع کی اس قسم کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

جن حضرات نے یہ تعداد چھ ذکر کی ہے۔ ان کے ہاں "ارتداد" حرمان میراث کا مستقل سبب ہے۔ اختلاف دین میں شامل ہونے والا ذیلی اور ضمنی سبب نہیں۔ گویا اختلاف دین الگ سبب ہے اور مرتد ہونا الگ سبب ہے۔ چنانچہ مرتد اور عام کفار کے احکام میراث میں کچھ کچھ تفاوت پایا جاتا ہے جبکہ بعض حضرات "ارتداد" کو اختلاف دین کی ضمنی صورت قرار دے کر اختلاف دین میں ہی شمار کرتے ہیں۔ لہٰذا ان کے ہاں موانع کی تعداد پانچ رہتی ہے۔

کچھ اہل علم "رقیت" اور غلامی کو موانع میں ذکر نہیں کرتے کیونکہ فی زمانہ غلام موجود نہیں تو ان حضرات کے نزدیک یہ تعداد گھٹ جاتی ہے۔ البتہ ان میں کچھ علماء فرائض "ابہام موت" کو مستقل مانع قرار دیتے ہیں۔ تو موانع کی تعداد پھر بھی پانچ ہی رہتی ہیں۔

معاصر کتب فرائض میں موانع میراث فقط تین: قتل، اختلاف دین اور اختلاف دار، ہی ذکر کیے جاتے ہیں۔ معاصر ارباب علم کے نزدیک "رقیت" اور غلامی کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ غلاموں کا باب مسدود ہو چکا ہے۔

البتہ عام کتب میراث میں موانع کی تعداد چار: قتل، غلامی، اختلاف دین اور اختلاف دار یعنی چار قرار دیئے جاتے ہیں۔ ان اصحاب کتب کے نزدیک اس تعداد کی وجہ غالباً یہ ہے کہ اسلام جب غالب اور نافذ العمل تھا یا اب جب بھی نافذ العمل ہو گا تو یہ چاروں موانع زمانہ خیر القرون کی طرح روبعمل قرار پائیں گے۔ البتہ ان حضرات کے نزدیک سلسلہ ختم ہونے کی وجہ سے "نبوت" کو بطور مانع کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس طرح "ارتداد" اختلاف دین کا ذیلی اور ضمنی

سبب ہی ہے۔ اور "ابہام موت" حقیقت میں مانع نہیں بلکہ شرط میراث ہے۔ میراث کے اجراء کے لئے وارث اور مورث کا تعین شرط ہے۔ موت کا وقت اگر معلوم نہ ہو تو اس وقت گویا شرط مفقود ہو گی، نہ کہ مانع موجود ہو گا۔ رقیت اور غلامی کا باب اگرچہ مسدود ہو چکا ہے لیکن اس کے احکام منسوخ نہیں ہوئے۔ اس لیے عام کتب میراث میں موانع ارث کی تعداد چار ہی ذکر کی جاتی ہے[51]۔

حاصل بحث

اسلام نے تقسیم دولت کا انقلابی نظام دیا ہے اور قانون میراث کو اس کا اہم شعبہ بنایا ہے۔ نسب، نکاح اور ولاء میں سے کسی ایک سبب کی بنیاد پر مورث اور وارث میں وراثت کا تعلق قائم کیا ہے۔ وراثت کے اس تعلق کے باوجود بعض اوصاف کی بناپر وراث کو حق میراث سے محروم قرار دیا ہے۔ یہ اوصاف موانع ارث کہلاتے ہیں۔ یہ کل سات ہیں۔ تاہم یہ تعبیر کا اختلاف ہے اور حقیقۃً چار ہیں یعنی قتل، غلامی، اختلاف دین اور اختلاف دار۔

حواشی و مصادر

1 الصابونی، المواریث، ص19 / اشتیاق احمد در بھنگوی، طرازی شرح سراجی، مکتبہ عمر فاروق اردو بازار، محلہ جنگی، 2014، پشاور، ص21

2 علماء اصول نے حکم کی تعریف یہ کی: خطاب الله تعالیٰ المتعلق بأفعال المكلفين باالاقتضاء والتخيير او الوضع۔ مکلف کے افعال سے متعلق مطالبہ یا اختیار یا وضع کے طور پر اللہ تعالیٰ کا خطاب۔ فرض اور واجب ، استحباب اور ندب اقتضاء کرنے کے مطالبہ کے تحت اور حرام اور مکروہ نہ کرنے کے مطالبہ کے تحت داخل ہوتے ہیں۔ جبکہ مباح تخییر کے تحت داخل ہے۔ پھر حکم کی دو قسمیں ہیں حکم تکلیفی اور حکم وضعی۔ تکلیفی سے وہ حکم مراد ہے جو مکلف کے افعال کی صفت ہو جیسے وجوب، استحباب، حرمت وغیرہ یا مکلف کے فعل کا اثر ہو جیسے

ملکیت، یا کسی کے ذمہ دین کو ثبوت۔ حکم وضعی سے مراد وہ احکام ہیں جو احکام تکلیفیہ کیلئے علامات کا کام کریں گویا شریعت نے ان کو احکام تکلیفیہ کے لئے بحیثیت علامت وضع کیا ہے۔ لأن الشارع وضعها علامات لأحكام تكليفية۔ دیکھیے، ملا عبدالحکیم سیالکوٹی، حاشیۃ التلویح علی التوضیح، مکتبہ رحمانیہ، ص38-45

3 حکم وضعی کی تین صورتیں ہیں۔1: سبب ،2: شرط ،3:مانع۔ سبب سے مراد وہ وصف خاص جو کسی حکم کے مرتب ہونے کے لئے اساس اور مدار ہو۔ جیسے زانی کے لئے حد زنا، حکم تکلیفی ہے اور حد کے واجب ہونے کے لئے وصف خاص یعنی زانی ہونا مدار اور اساس ہے یا مثلاً نمازوں کے لیے نمازوں کے اوقات سبب ہیں۔ شرط یہ ہے کہ سبب پائے جانے کے باوجود بھی کسی حکم کا وجود اس کے پائے جانے اور کسی حکم کا عدم اس کے نہ پائے جانے پر موقوف ہو۔ مثلاً نماز کے وقت میں وقت وجوب نماز کے لئے سبب ہے۔ لیکن نماز کا ہونا اور نہ ہونا طہارت کے پائے جانے اور نہ پائے جانے پر موقوف ہے۔ اس لیے طہارت شرط ہے۔(الشوکانی، محمد بن علی بن محمد، ارشاد الفحول مطبعہ البابی الحلبی مصر، ص6،7، الفصل الثانی للأحکام-الجرجانی، علی بن محمد الشریف، کتاب التعریفات، مکتبہ لبنان، ساحۃ ریاض الصلح،1969، بیروت، ص131،121)

4 الزرقا، مصطفیٰ احمد، المدخل الفقہی العام، ج1، ص307 دمشق، مطبع طربین،1387ھ

5 الشوکانی، ارشاد الفحول، ص6-7، الفصل الثانی فی الاحکام

6 احمد حصری، ڈاکٹر، نظریۃ الحکم ومصادر التشریع فی اصول الفقہ الاسلامی، طبع دار النھضہ ، ص50

7 الجندی، محمد الشحات، المیراث فی الشریعۃ الاسلامیہ، دارالفکر العربی القاہرہ ، ص73/ اشتیاق احمد در بھنگوی، طرازی شرح سراجی، مکتبہ عمر فاروق اردو بازار، محلہ جنگی، 2014، پشاور، ص45

8 منافع اور حقوق کی وراثت ان کے 'مال ہونے' پر موقوف ہے۔ فقہاء احناف کے نزدیک منافع مال نہیں۔ لہذا اس میں وراثت بھی جاری نہ ہو گی، البتہ حقوق مثلاً مکانات ودکانات کی پگڑی، حق تالیف، حق ایجاد، حق طباعت، رجسٹرڈ اور نشانات یہ اموال ہیں۔ جبکہ منافع احناف کے علاوہ دیگر فقہاء کے نزدیک مال ہیں۔(رحمانی، خالد سیف اللہ، قاموس الفقہ، زمزم پبلشرز کراچی، ج5، ص141، 54

9 اصغر حسین، سید، مولانا، مفید الوارثین، ص32، ادارہ اسلامیات، 190، انارکلی لاہور

10 السجاوندی سراج الدین محمد بن محمد، السراجی مطبوعہ مع طرازی، مکتبہ عمر فاروق، اردو بازار ، محلہ جنگی پشاور، ص37

11 السجاوندی، السراجی مع الطرازی، ص43

12 اصحاب الفروض کے شرعی حصص سورہ النساء آیت نمبر 12، 11 اور 176 میں بیان کیے گئے ہیں۔ یہ کل بارہ افراد ہیں۔ جن میں چار مرد: اب، جد صحیح، اخیافی بھائی، زوج اور آٹھ عورتیں: زوجہ، بیٹی، پوتی، حقیقی بہن، علاتی بہن، اخیافی بہن، ماں اور جدہ صحیحہ ہیں۔ قرآن کریم میں ان کے حصوں کو مقرر ہونے کی وجہ سے انہیں اصحاب الفروض کہتے ہیں۔

13 الجرجانی، کتاب التعریفات، ص155

14 ولاء عتاقہ ایسا عقد ہے کہ اس کو ختم نہیں کیا جا سکتا نیز اس میں آزاد کنندہ آزاد شدہ سے میراث پاتا ہے۔ آزاد شدہ آزاد کنندہ سے میراث نہیں پاتا۔ یہ میراث میں ذوی الأرحام پر مقدم ہے۔ تاہم موجودہ دور میں موجود نہیں۔ ابن نجیم، شیخ زین الدین، البحر الرائق، ج8، ص499

15 یہ ولاء کی ایک صورت ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص کسی کے ہاتھ پر مسلمان ہوا۔ اسے یا کسی اور مسلمان سے کہے کہ میں تم سے موالاۃ کرتا ہوں اس طرح اگر میری موت واقع ہوئی تو میری میراث آپ کو ملے گی اور اگر میں نے جنایت کی تو اس کی دیت کی ادائیگی میں تم اور تمہارے عاقلہ رشتہ دار شریک ہوں گے۔ احناف کے نزدیک میراث میں عقد موالاۃ معتبر ہے۔ ائمہ ثلاثہ ولاء موالاۃ کے قائل نہیں (وھبة الزحیلی، الفقة الاسلامی وادلتہ ج8، ص499، 284

16 مولانا نظام الدین کیرانوی کے نزدیک بیت المال نہ ہونے کی صورت میں عصبہ نسبی اور ذوی الارحام اگر نہ ہوں تو متروکہ کا یہ حصہ بھی زوجین کے حوالہ کیا جائے گا (سجاوندی، حاشیہ سراجی فی المیراث، ص6)

17 یہ کل بارہ افراد ہیں۔ چار مرد اور آٹھ عورتیں استحقاق میراث میں ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے احوال ہیں جن کے مطابق ان کو حصہ دیا جاتا ہے۔ احوال کی تفصیل کے لیے دیکھیے۔ سراجی، طرازی، مفید الوارثین، احکام المواریث، وغیرہ۔

18 حجب کے لغوی معنی رکاوٹ کے ہیں۔ علم میراث کی اصطلاح میں کسی اور شخص کی وجہ سے میراث سے کلی یا جزوی محرومی کو" حجب "اور محروم ہونے والے کو "محجوب" کہتے ہیں۔ محجوب بجائے خود میراث پانے کا اہل ہوتا ہے لیکن کسی اور قریب تر شخص کی موجودگی کی وجہ سے وہ محروم ہو جاتا ہے یا اس کا حصہ کم ہو جاتا ہے۔ پھر حجب کی دو قسمیں حجب نقصان اور حجب حرمان ہیں حجب نقصان کا مطلب یہ ہے کہ کسی وارث کی وجہ سے اس کے حصہ کی مقدار کم ہو جائے۔ اور حجب حرمان سے مراد کسی قریب تر وارث کی موجودگی کی وجہ سے نسبتاً دور

کے وارث کی وراثت سے مکمل محرومی ہوتی ہے (محمد محی الدین عبدالحمید ،أحکام المواریث فی الشریعه الإسلامیه،ص156-157)

19 لغت میں محروم اور محجوب کے معنی ایک ہیں لیکن اصطلاحاً محروم وہ ہے جس میں وارث ہونے کی اہلیت ہی نہ ہو جیسے قاتل، کہ مقتول کے وارث ہونے کا اہل ہی نہیں یا کافر، مسلمان کی وراثت کا اہل ہی نہیں۔ اس کا وجود اور عدم وجود برابر ہوتا ہے۔ اس کے وجود یا عدم وجود سے دیگر ورثا کے حصے متاثر نہیں ہوتے۔ لیکن محجوب خود تو کلی یا جزوی طور پر محروم ہوتا ہے لیکن اس کے وجود یا عدم وجود سے دیگر ورثا کے حصے کم یا زیادہ ہوتے ہیں (محمد محی الدین عبدالحمید، احکام المواریث ، ص 156-157/ وہبة الزحیلی،الفقة الاسلامی وادلته،ج8،ص344)

20 السجاوندی: السراجی مع طرازی ص 47، مکتبہ عمر فاروق بالمقابل صدف پلازہ اردو بازار محلہ جنگی پشاور طبع2014ء

21 لغت میں ملک کسی چیز کے احاطہ اور اس میں تصرف پر قادر ہونے کے ہیں۔ اصطلاح شریعت میں ملکیت ایسی اختصاصی کیفیت کا نام ہے جو صاحب شئی کے سوا دوسروں کو انتفاع اور تصرف سے روکتی ہو اور فقط، صاحب شی کو تصرف کا حق دیتی ہو۔"اختصاص حاجز شرعاً صاحبه التصرف الالمانع"(الزرقاء،المدخل الفقهی العام،ج1،ص241)

22 اصغر حسین،سید،مولانا،مفید الوارثین،ص68

23 اشتیاق احمد، در بھنگویطرازی، شرح سراجی، ص45

24 المائدۃ:5

25 اصغر حسین،سید،مولانا،مفید الوارثین،ص66

26 حصکفی،علاء الدین، الدر المختار علی هاش الرد،ج5،ص339

27 شامی،ابن عابدین، محمد، رد المختار،ج5،ص340،339

28 المرغینانی، علی بن ابی بکر، ہدایہ، مکتبہ رحمانیہ لاہور،ج4،ص560 / فتاوی ہندیہ، ترتیب علماء ہند کی ایک جماعت،ج6،ص2

29 فتاوی ہندیہ،ج6،ص3/ علاءالدین الحصکفی ،الدر المختار علی هاش الرد،ج5،ص341

30 الدر المختار، ج5، ص341

31 فتاویٰ ہندیہ، ج6، ص3/ الحصکفی، علاء الدین، الدر المختار، ج5، ص342

32 ایضاً

33 الدر المختار، ج5، ص342

34 ام المؤمنین سیدنا عائشہؓ سے مروی ہے کہ مومن کا خون تین صورتوں: شادی شدہ زنا کرنے والے، اسلام لانے کے بعد ارتداد اختیار کرنے اور شرعی قصاص کے علاوہ حلال نہیں (سنن نسائی، ج2، ص127)

35 الکاسانی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج7، ص255

36 ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، ج2، ص122، حدیث2766

37 الرازی، فخر الدین، تفسیر کبیر، ج1، ص159

38 ابوالبقاء الکفوی، ایوب بن موسی الحسینی، الکلیات، منشورات و زارة الثقانیه والارشاد القومی، ص713

39 السرخسی، ابوبکر محمد بن احمد ابی سہل، المبسوط فی فقه الحنفی، دارالدعوة استنبول، ج28، ص93/ المرغینانی، ہدایہ، کتاب المعاقل، ج4، ص634

40 اصغر حسین، سید، مولانا، مفید الوارثین، ص67

41 الجوزیہ، ابن قیم الجوزیہ، اعلام الموقعین عن رب العالمین، دارالحدیث، قاہرہ، ج1، ص23

42 اصغر حسین، سید، مولانا، مفید الوارثین، ص68/ فتاویٰ ہندیہ، ج2، ص255،254

43 سجاوندی، سراجی مع طرازی، ص278

44 اشتیاق احمد دربھنگوی، شرح سراجی، ص47

45 فتاویٰ عالمگیری، ترتیب، جماعت علماء ہند، ج6، ص454

46 اصغر حسین، سید، مولانا، مفید الوارثین، ص69

47 ایضاً: ص70

48 ایضاً: ص13-18

49 ان الفاظ میں مذکورہ ارشاد نبوی کو محدث ابوالقاسم الدمشقی (متوفی 414ھ) نے ذکر کیا ہے دیگر محدثین سمیت امام مالک اور امام بخاری نے "لا نورث ماترکنا فھو صدقة" کے الفاظ میں ذکر کیا ہے (ابوالقاسم

الدمشقی، تمام بن محمّد بن عبداللہ البجلی الرازی، الفوائد، تحقیق حمدی عبدالمجید السلفی، مکتبۃ الرشد الریاض، طبع 1412ھ، ج2، ص72، حدیث 1174 / موطا امام مالک ، تعلیق محمد فواد عبدالباقی، داراحیاء التراث العربی، ج2، ص993 حدیث 27 / البخاری ، الصحیح ، تحقیق محمد زہیر بن ناصر الناصر، دار الطوق النجاۃ، ج4، ص۷۹ 79 ، حدیث 3093)

50 اصغر حسین، سید، مولانا، مفید الوارثین، ص10-11

51 السجاوندی، سراجی مع الطرازی، ص47 / محمد شحات الجندی، الدکتور، المیراث فی الشریعۃ الاسلامیہ، دار الفکر العربی ، القاہرہ ، ص 73 / ابو عبدالرحمن محمد بن عبداللہ باسودان، تقریر المباحث فی أحکام ارث الوارث، المطبعۃ الفیضیہ، حیدر آباد دکن، 1328ھ / نصر فرید محمد واصل، فقہ المواریث والوصیۃ فی الشریعۃ الإسلامیۃ، المکتبۃ الوقفیہ / ابوزہرۃ، أحکام الترکات والمواریث ، دار الفکر العربی، ص85-87۔